بابری مسجد کا فیصلہ اور ہماری ذمہ داریاں

سیّد سعادت اللہ حسینی ○

بابری مسجد سے متعلق بھارتی سپریم کورٹ کا ۹ نومبر ۲۰۱۹ء کو جو فیصلہ آیا ہے، وہ فیصلہ ہم سب کے لیے انتہائی تکلیف دہ اور مایوسی کا باعث ہے۔ سپریم کورٹ میں جس طریقے سے مقدمہ پیش کیا گیا تھا، جس قدر مضبوط دلائل وشواہد پیش کیے گئے تھے اور جس طرح سے ہمارے وکلا نے اس مقدمے کی پیروی کی تھی، اس سے ہم سب کو توقع اور غالب امید تھی کہ فیصلہ بابری مسجد کے حق میں آئے گا، مگر افسوس کہ ایسا نہیں ہوسکا۔

یہ بات درست ہے کہ مسلمانوں نے پہلے روز سے یہ بات کہی تھی کہ وہ عدالت کا فیصلہ تسلیم کریں گے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، کہ جو مسلمان ابھی کہہ رہے ہیں یا حکومت کی تبدیلی کے بعد سے یہ بات کہہ رہے ہیں۔ نہیں، بلکہ جب سے یہ مقدمہ چل رہا ہے، اس وقت سے مسلمانوں کا موقف یہی ہے کہ ''سپریم کورٹ جو فیصلہ کرے گا، اس کا احترام کریں گے، اسے قبول کریں گے''۔

سپریم کورٹ کے فیصلے کے احترام کی بات اس لیے کہی گئی ہے کہ رول آف دی لا (قانون کی حکمرانی) کی بڑی اہمیت ہے۔ کوئی بھی معاشرہ قانون کی حکمرانی کے بغیر امن کے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ اسلام بھی فتنہ وفساد کو پسند نہیں کرتا اور ہم بھی پسند نہیں کرتے۔ قانون کی حاکمیت کے بغیر فتنہ وفساد کا تدارک نہیں ہوسکتا، نیز معاشرے میں امن قائم نہیں رہ سکتا۔ اسی لیے ہم نے یہ کہا تھا کہ ہم امن کے ساتھ قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے، دلائل کے ساتھ، اپنی بات رکھیں گے اور سپریم کورٹ جو فیصلہ دے گا، اس کا احترام کریں گے۔ اس لیے سپریم کورٹ کے فیصلے کے احترام کی بات پر ہم آج بھی قائم ہیں۔ حتمی طور پر جو فیصلہ ہوگا، اس کا احترام کیا جائے گا۔

○ امیر جماعت اسلامی ہند

قانون کی بالادستی اور اختلاف رائے

تاہم، فیصلے کے احترام کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ ہم صدفی صد اس سے اتفاق بھی کریں۔ اس فیصلے میں جو غلط باتیں ہیں، ان سے ہم اختلاف کریں گے اور اس اختلاف کا ہم اظہار بھی کریں گے۔ یہ ہمارا جمہوری حق ہے۔ سپریم کورٹ یا ملک کا قانون بھی یہ نہیں کہتا کہ آپ ہر حالت میں سپریم کورٹ کی باتوں پر ایمان لے آئیں۔ تاہم، فیصلے کے خلاف کوئی کام یا عملی اقدام آپ نہ کریں، یہ قانون کا مطالبہ ہے۔ ہم اس مطالبے پر عمل کریں گے، اور فیصلے کی خلاف ورزی نہیں کریں گے۔ لیکن اس فیصلے میں جو نقائص ہیں، جو کمزوریاں ہیں، ہم ان کم زوریوں پر اظہارِ خیال بھی کریں گے۔

سپریم کورٹ کے ایک سابق جج جناب ورما صاحب کا قول اس وقت میڈیا میں نقل کیا جارہا ہے کہ ''سپریم کورٹ، سپریم ہے، لیکن غلطیوں سے پاک (infalliable) نہیں ہے۔ غلطی اس سے ہوسکتی ہے''۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس فیصلے میں بہت سی غلطیاں اور بہت سی کم زوریاں ہیں۔ جس طریقے سے ٹائٹل سوٹ، یعنی مقدمۂ ملکیت کا فیصلہ کیا گیا ہے، وہ انصاف کے تقاضوں کے خلاف ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ بحث اور فیصلے میں بہت سی باتیں ایسی بھی سامنے آئی ہیں، جو مسلمانوں کے موقف کی تائید کرتی ہیں۔ خاص طور پر جو بحث اور گفتگو، اس طویل عرصے میں بابری مسجد کے حوالے سے چلی ہے اور جس کی بنیاد پر ایک تاریخی بیانیہ کھڑا کرنے کی کوشش کی گئی ہے، سپریم کورٹ نے اس معاملے میں مسلمانوں کے موقف کی تائید کی ہے۔ مثلاً اس پورے فیصلے کی سب سے اہم بات جو فرقہ پرستوں کے پورے موقف کو ڈھیر کرتی ہے، وہ یہ ہے کہ سپریم کورٹ کے بقول: ''اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ بابری مسجد مندر توڑ کر بنائی گئی''۔

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ غیر معمولی طور پر اہم بات ہے۔ اس سے ہم تاریخ کی بحث کا پورا دھارا موڑ سکتے ہیں۔ عدالت نے فیصلہ دے دیا ہے، لیکن ملک میں ضمیر کی عدالت کے سامنے آپ تفصیلات رکھ سکتے ہیں، اپنا موقف بیان کر سکتے ہیں۔ سپریم کورٹ نے بہت وضاحت کے ساتھ یہ بات کہی ہے کہ ''مندر توڑ کر مسجد نہیں بنائی گئی۔ اس کا کوئی ثبوت، کوئی ریکارڈ موجود نہیں ہے''۔ اس فیصلے کے مطابق ''اس زمین کے نیچے سے اسٹرکچر ضرور برآمد ہوا ہے مگر وہ اسٹرکچر کیا ہے؟ یہ کوئی

نہیں جانتا۔ اگر چہ وہ اسلامی اسٹرکچر نہیں ہے، لیکن اس کے بھی شواہد نہیں ہیں کہ وہ ہندو اسٹرکچر ہے''۔ فیصلے میں یہ بات بھی واضح طور پر کہی گئی ہے کہ ''یہ اسٹرکچر بارھویں صدی کا اسٹرکچر ہے، جب کہ بابری مسجد سولھویں صدی میں بنی ہے۔ بارھویں سے سولھویں صدی کے درمیان ۴۰۰ سال کے دوران یہاں کیا تھا؟ اس کا کوئی تاریخی ریکارڈ موجود نہیں ہے۔ اس لیے اس کی کوئی شہادت موجود نہیں ہے کہ مسجد مندر توڑ کر بنائی گئی''۔ میرے نزدیک یہ بہت اہم بیان ہے۔ اس سے وہ تاریخی موقف کہ جسے یہاں کے فسطائی اور فرقہ پرست عناصر کھڑا کرنا چاہتے تھے، اس کی پُرزور تردید ہوتی ہے۔ ہمیں اسے بھرپور طریقے سے ایک ایک فرد کے سامنے پیش کرنا چاہیے۔

اسی طرح ۱۹۴۹ء میں مورتیاں رکھنے کے عمل کے بارے میں سپریم کورٹ نے کہا کہ یہ ''بالکل غلط عمل تھا۔ یہ توہین آمیز اور مجرمانہ فعل تھا۔ اسی طرح ۱۹۹۲ء میں مسجد کو گرادینے کا عمل بھی مجرمانہ عمل تھا''۔

ایک بڑی اہم بات یہ کہ مذہبی عبادت کے مقدمات سے متعلق قانون The Places of Worship (Special Provisions) Act 1991 بھارتی پارلیمنٹ نے برسوں پہلے منظور کیا تھا۔ اس قانون کے تحت یہ بات کہی گئی ہے کہ ''۱۹۴۷ء میں مذہبی مقامات کی جو حیثیت تھی، وہی باقی رہے گی، سوائے بابری مسجد کے''۔ کیوں کہ بابری مسجد کا معاملہ اس وقت تک ایک اہم تنازعہ بن چکا تھا اور عدالت میں زیرِ غور تھا، اس لیے اس کو مستثنیٰ رکھا گیا ہے۔ لیکن باقی جو مذہبی مقامات ہیں، ان کے سلسلے میں کہا گیا ہے کہ ''۱۹۴۷ء کی پوزیشن باقی رہے گی۔ ۱۹۴۷ء میں جو مسجد تھی وہ مسجد رہے گی جو مندر تھا وہ مندر رہے گا۔ کوئی پرانا تاریخ کا دعویٰ لے کر مسجد کو مندر میں اور مندر کو مسجد میں تبدیل کرنے کی کوشش نہیں کرے گا''۔

اس فیصلے میں سپریم کورٹ نے اس قانون کو مضبوطی عطا کی ہے۔ اس کے نتیجے میں بنارس اور دیگر مقامات کے سلسلے میں ہندو انتہا پسند جو دعوے اُٹھا رہے ہیں، ان پر گویا سپریم کورٹ نے بند باندھا ہے۔ یہ بات بھی ہمیں بھارت کے عوام کے سامنے لانی چاہیے، کہ اب ان سارے دعووں کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہی، اور یہ کہ اب اس طرح کے تنازعات ختم ہوجانے چاہییں۔

ہماری ذمہ داری؟

بابری مسجد کے مقدمے کے سلسلے میں ہماری جو قانونی ذمہ داری ہوسکتی تھی، وہ ہم نے ادا کی ہے۔ بہت سے لوگ سوشل میڈیا پر یہ بات بھی کہہ رہے ہیں کہ ''اگر ہم مصالحت کے ذریعے مسجد دے دیتے تو اچھا ہوتا۔ کیوں اتنا لمبا مسئلہ چھیڑا گیا؟ اتنی لمبی عدالتی لڑائی لڑنے کی کیا ضرورت تھی؟ نتیجہ تو وہی نکلا۔ اگر پہلے ہی عزت سے دے دیتے تو مسئلہ بہت پہلے ختم ہوجاتا''۔ ایسی باتیں سوشل میڈیا پر جگہ جگہ چل رہی ہیں۔

ہمیں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ یہ عدالتی لڑائی اور جدوجہد کس لیے تھی؟ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ ہمارا صبر وتحمل اور ہماری یہ لڑائی اور جدوجہد اصلاً ملک میں قانون کی حکم رانی کو یقینی بنانے کے لیے تھی۔ اگر کمزوروں پر دباؤ ڈال کر ان کے حقوق غصب کیے جاتے رہیں اور کمزور دب کر صلح کرتے رہیں، تو معاشرے میں انارکی اور لاٹھی کا راج مسلط ہوجاتا ہے۔ صرف مسلمانوں کو نہیں بلکہ ملک کے تمام شہریوں کو مسلمانوں کا شکرگزار ہونا چاہیے کہ مسلمانوں نے ایک طویل جدوجہد کے ذریعے قانون کی حکم رانی کو یقینی بنایا ہے۔ طاقت کو قانون کے سامنے جھکنے پر مجبور کیا۔ اگر مسلمان درمیان کے کسی مرحلے میں مصالحت کرلیتے تو 'ہجومی طاقت' (Mob Lynching) کی بالادستی بھارت میں قائم ہوجاتی۔ یہ بات طے ہوجاتی کہ کوئی بھی گروہ، مشتعل ہجوم اکٹھا کرکے من مانے طریقے سے کچھ بھی کرسکتا ہے۔ اس وقت جو فیصلہ آیا ہے، وہ غلط ہو یا صحیح، بہرحال سپریم کورٹ کا فیصلہ ہے۔ قانونی عمل مکمل ہوا ہے۔ اس سے قانون کی حکم رانی مستحکم ہوئی ہے، جو ملک کے دستوری ڈھانچے اور ملک کے قانونی نظام کے لیے مسلمانوں کا بہت بڑا کنٹری بیوشن ہے۔

ایمان کا تقاضا

مسلمان توکّل الی اللہ پر یقین رکھتے ہیں۔ توکّل، اسلامی فلسفے کا بنیادی اور اہم تصور ہے، جس کا براہِ راست تعلق ایمان سے ہے۔ توکّل کیا ہے؟ توکّل کی دو شرطیں ہیں: ایک تو معقول تدبیر اختیار کرنا اور آخری حد تک کرنا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''اونٹ کو باندھ کر توکّل کرو، کھلا چھوڑ کر نہیں''۔ مطلب آخری ممکنہ حد تک تدبیر اختیار کرو۔ الحمدللہ، مسلمانوں نے اس معاملے میں آخری حد تک کوشش کی۔ الٰہ آباد ہائی کورٹ گئے اور سپریم کورٹ میں گئے۔ ملک کے ماہرترین قانون دانوں کی

خدمات حاصل کیں۔ میڈیا کے سامنے اپنا مقدمہ رکھا۔ ملک کے عوام کے ضمیر کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کیا۔ مصالحت کے نام پر طرح طرح سے دباؤ ڈالے جاتے رہے، لیکن کبھی اس دباؤ کا شکار نہیں ہوئے۔ استقامت کے ساتھ ڈٹ کر کھڑے رہے، اور اپنی آخری کوشش جو اللہ کے گھر کی حفاظت کے لیے ہوسکتی تھی، الحمدللہ اسے ہم مسلمانوں نے انجام دیا۔ اس پر ہم سب کو اطمینان ہونا چاہیے کہ الحمدللہ، ہم نے آخری حدتک کوشش کی۔ اس طرح توکّل کی پہلی شکل 'آخری حدتک تدبیر' کو ہم نے اپنے امکان کی حدتک پورا کرنے کی کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ ان کوششوں کو قبول کرے اور ان میں کوئی کسر رہ گئی ہوتو اسے معاف فرمائے۔

اب دوسری شرط کا مرحلہ ہے۔ توکّل کی دوسری شرط یہ ہے کہ آخری کوشش کے بعد جو فیصلہ ہو جائے، جو نتیجہ نکلے، وہ ہم اللہ پر چھوڑ دیں۔ ہم یہ سوچیں کہ اللہ جو کرے گا، ہمارے لیے اچھا کرے گا۔ اس میں کچھ نہ کچھ خیر ہوگا۔ بہ ظاہر شر نظر آتا ہے، مگر اس میں کوئی نہ کوئی خیر کا پہلو ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے یہ اُمید رکھیں۔ یہ بھی توکل کی اہم شرط ہے۔ ہم نے ممکنہ حدتک کوشش کی۔ اب ہمارے وکلا دیکھ رہے ہیں کہ کیا اور بھی کسی کوشش کا امکان باقی ہے؟ ریویو پٹیشن وغیرہ کا امکان ہے؟ اگر ہے تو وہ بھی کرلیں گے۔ مگر ممکنہ حدتک جو کوشش ہوسکتی ہے، وہ قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے ہی ہم کریں گے، کیوں کہ ہم اس کے مکلف ہیں۔ جب ہماری ذمہ داری اور ممکنہ حدتک کوشش پوری ہو جائے گی، تو پھر ہم اس مسئلے کو اللہ پر چھوڑ دیں گے اور سمجھیں گے کہ ان شاءاللہ اس سے کچھ نہ کچھ خیر ضرور برآمد ہوگا۔ پوری اسلامی اور انسانی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ کئی بار ایسا ہوا ہے کہ بظاہر شر نظر آنے والے واقعات سے اور بظاہر نامناسب نظر آنے والے معاملات سے اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی خیر پیدا کیا ہے۔

سیّدنا یوسف علیہ السلام کے واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ صحرا کے ایک تاریک کنویں کی وحشت ناک تنہائی کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مصر کے تخت وتاج کا پہلا زینہ بنایا۔ پھر مصر کی جیل کی طویل قید کو دوسرا زینہ بنایا۔ اللہ تعالیٰ مختلف طریقوں سے اپنی مشیت پوری کرتا ہے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ اس میں خیر کیا ہے، لیکن ہم ان شاءاللہ اپنی ذمہ داری بھرپور طریقے سے ادا کریں گے، اور وہ ہم نے پہلے بھی کی ہے۔ اس کے بعد معاملے کو اللہ پر چھوڑ دیں۔

ہمارا نصب العین اور دعوتِ دین

سوال یہ ہے کہ اس کے بعد ہماری کیا ذمہ داری ہے؟

اس سلسلے میں یہ بات ہمیشہ ہمارے پیش نظر رہے کہ ہماری اصل ذمہ داری، اس ملک میں دعوتِ دین کی ہے، جو اس ملک میں ہمارے بہت سے مسائل کا حل ہے۔ ہم اس ملک میں اپنے آپ کو خیرِ اُمت سمجھیں۔ یہاں کے تمام انسانوں اور کروڑوں کی آبادی کو اپنا مخاطب سمجھیں۔ انھیں اللہ کے بندے سمجھیں اور ان سے ربط و تعلق قائم کریں۔ ان سے برادرانہ رشتہ استوار کریں، ان کی غلط فہمیوں کو دُور کریں، ان کے دل میں جو نفرت کے بیج ہیں، انھیں مٹائیں۔ ان کے دلوں کو جیتیں۔ عدل و انصاف اور اسلام کی تعلیمات ان کے سامنے پیش کریں۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے، ہمارا فریضہ ہے۔ یہ احساس امت مسلمہ کے اندر پیدا ہوجائے گا تو یہ مسئلہ بھی حل ہوگا اور اس جیسے مزید سیکڑوں مسائل بھی حل ہوں گے۔

ہمارا طویل المیعاد ایجنڈا، اصل مقصد اور نصب العین یہ ہے کہ ہمیں خیرِ اُمت بننا ہے، مثالی اُمت بننا ہے۔ انسانوں کے سامنے اللہ اور اس کے آخری رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچانا ہے۔ اپنے آپ کو اخلاق اور کردار سے طاقت ور بنانے کی کوشش کرنی ہے۔ اس نصب العین پر ہماری توجہ رہے۔ اس عظیم نصب العین کے تناظر میں دیکھا جائے تو ایسی رکاوٹیں اس راہ میں آتی رہتی ہیں۔ ہمیں ان رکاوٹوں کو دُور کرنے کی کوشش ضرور کرنی ہے، لیکن ان میں اُلجھ کر نہیں رہ جانا۔ بابری مسجد کے اس فیصلے سے جو تکلیف ہمیں پہنچی ہے وہ فطری بات ہے اور ایمان کا تقاضا ہے۔ لیکن اس تکلیف کے نتیجے میں ہم کو مستقل طور پر مایوس اور نا اُمید نہیں ہونا ہے۔ اپنے اصل کام کے سلسلے میں حوصلے اور ہمت کو نہیں ہارنا ہے۔

ہم اپنے اصل کام سے وابستہ رہیں گے تو ان شاءاللہ یہ مسئلہ بھی حل ہوگا اور ایسے اور بھی مسئلے حل ہوں گے اور ہمارا یہ سفر اپنے نصب العین کی طرف جاری رہے گا۔ اس نازک گھڑی میں، مَیں یہی گزارش کروں گا کہ ہم سب اپنی اصل ذمہ داریوں کی طرف متوجہ ہوں، اور یکسوئی سے انھیں انجام دینے کی فکر کریں۔ اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو اور ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

[ویڈیو سے مرتب: محب اللہ قاسمی]